ماہِ رمضان کا تحقیقی، تاریخی و تجزیاتی مطالعہ

(A Research, Historical and Analytical Study of the Month of Ramadan)

حافظ تاج دین[1]

ڈاکٹر حافظ جمشید اختر[2]

Abstract:

The month of Ramadan is very important, very useful and a source of mercy and blessings for Muslims. This month is superior to all other months in terms of worship. Allah Almighty multiplies the reward of worship in this blessed month. Therefore, it seems necessary to give a brief introduction and a historical background of this month. In this article, research on its name has been presented. Along with this, the virtue and its causes have been explained. In addition, the historical significance of this month has been presented as a research, historical and analytical study. This article has been prepared on the style of descriptive research. This article will be very useful in the public interest.

Key Words: *Fasting, Ramadan, worship, Muslims, historical significance*

لفظ 'رمضان' کا مفہوم:

رمضان رمض سے مشتق ہے جو باب ضرب یضرب، نصر ینصر سے مصدر ہے۔ اس کا معنی شدید گرمی، سخت دھوپ کی شدت سے تپ جانے والی زمین یا پتھر، گرمی کی شدت سے کسی چیز کا جلنا وغیرہ۔ ارمضتہ یعنی سخت تپش نے اسے جلا دیا۔ فَرَمَضَ: چنانچہ وہ جھلس گیا۔[3] حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے:

صلاۃ الاوابین حین ترمض الفصال۔[4]

"نماز اوابین کا وقت وہ ہے جب اونٹ کے بچے کے پاؤں دھوپ میں گرم ریت پر چلنے سے تپنے لگیں۔"

رمضان کی وجہ تسمیہ:

رمضان کے نام رکھے جانے کی وجہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

---

[1] ۔ پی ایچ ڈی سکالر شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ

[2] ۔ لیکچرار (وزٹنگ) شعبہ عربی وعلومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا

[3] ۔ امام راغب اصفہانی، حسین بن محمد، "مفردات القرآن"، مکتبۃ الشاملہ، ۱/۴۱۵۔

[4] ۔ مسلم بن حجاج، "الجامع الصحیح"، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۲۱ھ، ص: ۳۰۳، رقم الحدیث: ۱۷۴۶۔

۱۔ اس ماہ میں گرمی کی وجہ سے اونٹوں کے بچوں کے پاؤں جلنے لگتے تھے، اس لیے اسے رمضان کہنے لگے۔[5]

۲۔ اس ماہ میں گرمی کی شدت سے پتھر بھی جلنے لگتے تھے۔ رمضاء گرم پتھر کو کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے اسے رمضان کہا گیا۔[6]

۳۔ ابن حجرؒ کے مطابق اس ماہ میں روزہ داروں کے گناہوں کو جلایا جاتا ہے، اس لیے یہ ماہ رمضان کہلاتا ہے۔[7]

جیسا کہ زیاد بن میمونؒ سے روایت ہے:

اِنَّمَا سُمِّیَ رَمَضَانُ لِاَنَّہٗ یَرْمِضُ الذُّنُوْبَ۔ [8]

"ماہِ رمضان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔"

۴۔ یہ دلوں کو گرماتا ہے جس سے دل نصیحت پکڑتے ہیں اور آخرت پر غور و فکر کرتے ہیں۔ جیسے ریت اور پتھر سورج کی حرارت کو جذب کر لیتے ہیں۔[9]

۵۔ شیخ عبد القادر جیلانی کے مطابق ماہِ رمضان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ گناہوں سے جسم کو دھوڈالتا ہے اور دل کو پاک صاف کر دیتا ہے۔[10]

۶۔ اس مہینے میں عرب کے لوگ ہتھیار تیز کیا کرتے تھے تاکہ حرمت والے مہینوں سے قبل ہتھیاروں کے ساتھ لڑا جا سکے۔ اس وجہ سے اسے رمضان کہا جانے لگا۔ کیونکہ رمضان کے معنی ہتھیار تیز کرنا بھی آتا ہے۔[11]

۷۔ ایک اور قول یہ ہے کہ جب قدیم عربوں کی زبان سے ان مہینوں کے نام نقل کیے گئے تو اس وقت جو مہینہ جس موسم میں آیا اس کا اسی مناسبت سے ویسا ہی نام رکھ دیا گیا۔ تو اتفاق سے یہ مہینہ سخت گرمی کے موسم میں آیا اس لیے اس کا نام رمضان رکھا گیا۔[12]

---

[5] ۔جیلانی، عبد القادر، الشیخ، "غنیۃ الطالبین"، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۹ء، ۱/ ۴۸۰۔

[6] ۔ ایضاً۔

[7] ابن حجر، احمد بن علی، "فتح الباری"، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۹ھ، ۴/ ۱۴۶۔

[8] البانی، محمد ناصر الدین، "سلسلۃ الحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ"، مکتبۃ المعارف الریاض، رقم الحدیث: ۳۲۲۳۔

[9] القرطبی، محمد بن احمد، ابو عبد اللہ، "الجامع لِاحکام القرآن"، تحقیق عبد الرزاق المہدی، دار الکتب العربی بیروت، ۲/ ۲۸۶۔

[10] شیخ عبد القادر جیلانی، غنیۃ الطالبین، ۱/ ۴۸۱۔

[11] القرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ۲/ ۲۸۶۔

[12] فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، "القاموس المحیط"، المکتبۃ الشاملۃ، ۲/ ۱۹۰۔

رمضان کے دیگر نام:

رمضان کو مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے پکارا جاتا رہا ہے۔ علاوہ ازیں اس کی اہمیت اور فضیلت کے پیشِ نظر اس کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔

۱۔ ماہِ رمضان کو دورِ جاہلیت میں 'ناتق' اور 'ذیمر' بھی کہا جاتا تھا۔[13]

۲۔ سیدنا ابو ہریرہؓ کی روایت کے مطابق اسے **شہر الصبر** بھی کہا گیا ہے۔[14]

۳۔ اس ماہ کو **شہر مبارک** بھی کہا گیا ہے۔[15]

۴۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی روایت کے مطابق اسے **شہر الصوم** بھی کہا گیا ہے۔[16]

۵۔ سیدنا سلمان فارسیؓ کی روایت کی مطابق اس کے درج ذیل دو نام ذکر کیے گئے ہیں:
شہر عظیم، شہر المواساۃ۔[17]

۶۔ سیدنا انس بن مالکؓ کی روایت کے مطابق اسے **شہرِ مطہر** بھی کہا گیا ہے۔[18]

۷۔ حافظ ابن حجرؒ بیان فرماتے ہیں کہ ابو لخیر طالقانی نے اپنی کتاب 'حظائر القدس' میں رمضان کے ساٹھ نام لکھے ہیں۔[19] لیکن ابنِ حجرؒ نے ان ناموں کا ذکر نہیں کیا۔

قمری سال ۱۲ ماہ کا ہوتا ہے اور یہ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک ۱۲ ماہ کا ہی چلا آتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللهِ اثنا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتٰبِ اللهِ يَومَ خَلَقَ السَّموتِ وَالأَرضَ مِنها أَربَعَةٌ حُرُمٌ۔[20]

"بلاشبہ ابتدائے آفرینش سے لے کر قوانین قدرت کے مطابق اللہ کے ہاں (سال کے) مہینوں کی کل تعداد بارہ ہے۔"

---

13 الاصفہانی، احمد بن محمد، ابو علی، "کتاب الازمنۃ والامکنہ"، دار الکتب العلمیہ بیروت، ص:۲۱۰۔

14 نسائی، احمد بن شعیب، "السنن"، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۰ھ، ص:۳۳۲، رقم الحدیث:۲۴۱۰۔

15 ایضاً، ص:۲۹۶، رقم الحدیث:۲۱۰۸۔

16 مسلم، الجامع الصحیح، ص:۴۵۱، رقم الحدیث:۲۵۸۳۔

17 ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق، "الصحیح"، تحقیق: محمد مصطفیٰ الاعظمی، المکتب الاسلامی بیروت، رقم الحدیث:۱۸۸۷۔

18 ابن عدی، عبد اللہ، ابو احمد، "الکامل فی ضعفاء الرجال"، تحقیق: عادل احمد عبد الموجود، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۸/۲۵۴۔

19 ابن حجر، فتح الباری، ۷/۱۳۳۔

20 القرآن، التوبہ، ۹:۳۶۔

چنانچہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سال کے مہینوں کا تعداد میں ۱۲ ہونا ازل سے ہے اور ضرور اس میں کوئی خدائی حکمت پنہاں ہے۔ یہ سال نہ تو ۱۱ یا ۱۰ ماہ کا ہو سکتا ہے اور نہ ۱۳ یا ۱۴ ماہ کا۔ اور جن لوگوں نے دوسرے ممالک کی دیکھا دیکھی قمری سالوں کے مہینوں میں پیوندکاری کی کوشش کی تو ان کی یہ کوشش عام قبولیت حاصل نہ کر سکی۔

قمری سال، شمسی سال سے ۱۰ دن ۲۱ گھنٹے چھوٹا ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر ایک شمسی سال میں ۱۱/۳۰-۱۲ قمری مہینے ہوتے ہیں۔ ۱۱/۳۰ کی کسر چونکہ نصف سے کم ہے۔

اگر شمسی سال کی رعایت ملحوظ رکھی بھی جائے تو عقل عامہ کی مناسبت سے قمری سال کے ۱۲ ماہ ہی ہونے چاہئیں جبکہ شمسی سال مہینوں کی مقررہ تعداد سے آزاد ہو سکتا ہے۔

اہل عرب نے بھی دنیا کی دیکھا دیکھی قمری سال کو دنیوی اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے شمسی سال سے مطابق کرنے کی کوشش کرنا شروع کر دی تھی اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے اضافی دنوں یا مہینوں کی پیوندکاری (کبیسہ، لوندیا لیپ) کا طریقہ اپنا لیا تھا۔ اسی طرح اللہ کے شعائر خصوصاً حج کے ایام میں گڑبڑ پیدا کر دی گئی۔ دو سال تو حج فی الواقع ماہ ذی الحجہ میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ پھر تین سال محرم میں پھر دو سال صفر میں پھر تین سال ربیع الاوّل میں۔ گویا ۳۰ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد پھر حج ماہ ذی الحجہ میں واقع ہو جاتا۔ اس طرح ایک سال کا عرصہ گم کر دیا جاتا تھا یا ۳۰ قمری سالوں میں ۲۹ بار حج ادا کیا جاتا اور یہ ترکیب محض اس لیے اختیار کی گئی کہ حج کا وقت ایک ہی موسم میں آیا کرے۔ پھر یہ گڑبڑ صرف حج تک ہی محدود نہ رہی۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے حرمت کے چار مہینے قرار دیئے گئے تھے۔ ان مہینوں کے متعلق اہل عرب کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ ان مہینوں میں نہ تو آپس میں جدال و قتال کریں گے نہ کسی تاجر یا راہ گیر کو لوٹ کھسوٹ سے پریشان کریں گے۔ یہ مہینے رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ او رمحرم الحرام تھے۔ ان میں تین اکٹھے مہینے حج کے پر اطمینان سفر کے لیے تجویز کیے گئے تھے۔ چونکہ یہ ایک پسندیدہ دستور تھا۔ لہٰذا اسلام نے اسے بحال رکھا۔ کبیسہ کے طریق کی وجہ سے ان حرمت والے مہینوں میں بھی تقویم و تاخیر اور گڑبڑ پیدا ہو جاتی تھی اور قلامبہ کے فرائض میں یہ بات بھی شامل تھی کہ وہ اعلان حج کے ساتھ ان مہینوں کا بھی اعلان کیا کرے کہ آئندہ سال کون کون سے مہینے حرمت والے ہوں گے۔ اس تقویم و تاخیر کو اہل عرب نسئ کہتے تھے۔ اسلام نے اس مذموم فعل کو زمانہ کفر کی زیادتی قرار دے کر اس سے منع فرما دیا۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّمَا النَّسىءُ زِيادَةٌ فِى الكُفرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذينَ كَفَروا يُحِلّونَهُ عامًا وَيُحَرِّمونَهُ عامًا لِيُواطِئوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلّوا ما حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ لَهُم سوءُ أَعمٰلِهِم۔[21]

---

21 القرآن، التوبہ، ۹:۳۷۔

”امن کے مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر لینا کفر میں اضافہ کرتا ہے۔ اس سے کافر لوگ گمراہی میں پڑے رہتے ہیں۔ ایک سال تو انہیں حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام تاکہ ادب کے مہینوں کی جو خدا نے مقرر کیے ہیں، گنتی پوری کر لیں اور جو خدا نے منع کیا ہے ان کو جائز کر لیں۔ ان کے بُرے اعمال انہیں بھلے دکھائی دیتے ہیں۔“

یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی جس کے بعد کبیسہ اور نسیٔ کا طریق کار حرام قرار پایا اور اسے ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا گیا اور قمری تقویم سے دوغلی پالیسی ختم کر کے اسے صحیح فطری خطوط پر مرتب کر دیا گیا۔

رمضان المبارک کی فضیلت و عظمت:

رمضان کا مہینہ ان بابرکت اَوقات پر مشتمل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی تمام تر برکات کا نزول ہوتا ہے اور بندہ اس مہینہ کے اَحکامات پر عمل کر کے اپنے خالق سے ان رحمتوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ رمضان المبارک اسلامی تقویم (کیلنڈر) میں وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم نازل فرمایا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

شَهْرُرَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنْ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمْ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْعَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَيُرِيدُ اللهُ بِكُمْ الْيُسْرَوَلاَ يُرِيدُ بِكُمْ الْعُسْرَوَلِتُكْمِلُوا العدة وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ O[22]

”ماہِ رمضان ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا، جس کا وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور واضح الدلالت ہے، من جملہ ان کتب کے جو ذریعۂ ہدایت ہیں اور فیصلہ کرنے والی بھی ہیں۔ سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہئے، اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دُوسرے ایام میں رکھ لے۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ (اَحکام و قوانین مقرّر کرنے میں) دُشواری منظور نہیں، اور تاکہ تم لوگ شمار کی تکمیل کر لیا کرو۔ لہٰذا تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کیا کرو اس پر کہ تم کو طریقہ بتلا دیا تاکہ تم شکر ادا کیا کرو۔“

رمضان المبارک کی ہی ایک بابرکت شب آسمانِ دنیا پر پورے قرآن کا نزول ہوا لہٰذا اس رات کو اللہ رب العزت نے تمام راتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور اسے شبِ قدر قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَيْلَةُ الْقَدْرِخَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍO [23]

---

22 القرآن، البقرۃ، ۲:۱۸۵۔

"شبِ قدر (فضیلت و برکت اور اَجر و ثواب میں) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔"

درج بالا آیات سے اس ماہ کی اہمیت اچھی طرح سے واضح ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں اس ماہ کی فیوض و برکات کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ۔[24]

"جب ماہ رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو پابہ زنجیر کر دیا جاتا ہے۔"

رمضان المبارک کے روزوں کو جو امتیازی شرف اور فضیلت حاصل ہے اس کا اندازہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث مبارک سے لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّم مِنْ ذَنْبِهِ۔[25]

"جو شخص بحالتِ ایمان ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھتا ہے اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔"

رمضان المبارک کی ایک ایک ساعت اس قدر برکتوں اور سعادتوں کی حامل ہے کہ باقی گیارہ ماہ مل کر بھی اس کی برابری وہم سری نہیں کرسکتے۔ قیامِ رمضان کی فضیلت سے متعلق حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ، إِيْمَاناً وَاحْتِسَابًا، غُفِرَلَهُ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔[26]

(جس نے رمضان میں بحالتِ ایمان ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے گئے۔)

سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

أتاكم رمضان شهر مبارك فرض الله عزوجل عليكم صيامه تفتح فيه أبواب الجنة وغُلِّقت أبواب الجحيم وسُلسلت الشياطين۔[27]

---

23 القرآن، التوبہ، ۹:۳۔

24 بخاری، الجامع الصحیح، ص:۵۴۴۶، رقم الحدیث:۳۲۷۷۔

25 ایضاً، ص:۳۲۳، رقم الحدیث:۲۰۱۴۔

26 ایضاً، ص:۸، رقم الحدیث:۳۷۔

27 نسائی، السنن، ص:۲۹۶، رقم الحدیث:۲۱۰۸۔

"تمہارے پاس رمضان کا مہینہ آ پہنچا اور وہ بابرکت مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض فرمائے ہیں، اس مہینے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس میں شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الصّلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة و رمضان إلى رمضان مكفرات ما بينهن إذا اجتنب الكبائر۔[28]

"پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک گناہوں کو مٹا دینے والے ہیں جب کہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔"

سیدنا ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن الله تبارك وتعالىٰ عتقاء في كل يوم وليلة يعني في رمضان وإن لكل مسلم في كل يوم وليلة دعوة مستجابة۔[29]

"بے شک اللہ تعالیٰ (رمضان میں) ہر دن اور ہر رات بہت سے لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے اور ہر دن اور ہر رات ہر مسلمان کی ایک دعا قبول کی جاتی ہے۔"

سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک انصاری خاتون کو فرمایا:

فإذا جاء رمضان فاعتمري فإن عمرة فيه تعدل حجة۔[30]

"جب رمضان کا مہینہ آجائے تو تم اس میں عمرہ کرلینا، کیونکہ اس میں عمرہ حج کے برابر ہوتا ہے۔"

رمضان کے روزے تمام روزوں سے افضل ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

افضلُ الصِّيامُ بعد رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ المحرم۔[31]

"رمضان کے بعد سب مہینوں سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں۔"

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ قرآن کریم ماہِ رمضان میں نازل ہوا۔ چنانچہ قرآنِ مجید کا رمضان کے ساتھ بہت مضبوط تعلق ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ رمضان المبارک میں تلاوت کا ثواب بقیہ مہینوں میں کی گئی تلاوتِ قرآن کے

---

28 مسلم، الجامع الصحیح، ص:۱۱۷، رقم الحدیث:۵۵۲۔

29 المنذری، عبد العظیم بن عبد القوی، "الترغیب والترہیب"، تحقیق: محی الدین بن دیب مستو، دار ابن کثیر بیروت، ص:۱۰۰۲۔

30 مسلم، الجامع الصحیح، ص:۵۳۱، رقم الحدیث:۳۰۳۸۔

31 ایضاً، ص:۸۷۴، رقم الحدیث:۲۷۵۵۔

ثواب کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔رسول اللہ ﷺ بھی اس ماہِ مبارک میں تلاوت کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے:

و کان جبریلؑ یلقاہ کلُّ لَیْلَۃٍ فِي رَمَضَانَ حَتّٰی یَنْسَلِخَ، یَعْرِضُ عَلَیْهِ النَّبِیﷺ القرْآنَ۔[32]

"جبریلؑ آپ ﷺ کو رمضان کی ہر رات ملتے تو نبی ﷺ انہیں قرآن سناتے۔"

ماہِ رمضان نیکیوں کی دعوت دیتا اور برائی سے باز رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ اعلان کرتا ہے:

یا طالبَ الْخَیْرِ ھَلُمَّ، یا طالِبَ الشَّرِّ اَمْسِک۔ [33]

"اے خیر کے متلاشی! جلد آ، اے شر کو ڈھونڈنے والے! رک جا۔"

ان تمام دلائل و براہین سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رمضان کا مہینہ ایسا افضل ترین مہینہ ہے کہ کس میں انسان سب سے زیادہ ثواب کما سکتا ہے اور ہمیں بھی چاہیے کہ اس ماہِ مبارک کی فیوض و برکات سمیٹنے کی زیادہ زیادہ کوشش کریں۔

رمضان کا آخری عشرہ:

یوں تو رمضان کا پورا مہینہ اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے بھرا ہے لیکن اس کے آخری دس دن تو بے حد فضیلت کا حامل ہیں اسی لیے رسول اللہ ﷺ ان میں عبادت کے لیے کمر بستہ ہو جاتے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

کان النبیؐ اذا دخل العشرُ شَدَّ مِئْزَرَہٗ و اَحْیَا لَیلَہٗ وَ اَیْقظَ اَھْلَہٗ۔ [34]

"جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ ﷺ کمر کس لیتے اور ان راتوں میں اپنے گھر والوں کو بھی جگایا کرتے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے:

کان رسول اللّٰہِ یجتھد فی العشر الاواخرِ ما لا یجتھد فی غیرہٖ۔[35]

"رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں عبادت میں اتنی محنت کرتے کہ اور دنوں میں اتنی نہیں کرتے تھے۔"

---

32 بخاری، الجامع الصحیح، ص:۳۰۶، رقم الحدیث:۱۹۰۲۔

33 نسائی، السنن، ص:۲۹۷، رقم الحدیث:۲۱۱۰۔

34 بخاری، الجامع الصحیح، ص:۳۲۴، رقم الحدیث:۲۰۲۴۔

35 مسلم، الجامع الصحیح، ص:۴۸۴، رقم الحدیث:۲۷۸۸۔

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کی اقتدا اور ان کی پیروی کرنا سعادت مندی کی بات ہے۔ یوں تو اللہ کی عبادت جب کی جائے تو کارِ ثواب ہے لیکن درج بالا احادیثِ نبویہ سے پتہ چلتا ہے کہ رمضان اور خصوصاً اس کے آخری عشرہ میں عبادتِ الٰہی کا اجر و ثواب اس سے زیادہ ہے۔ اس لیے ان ایام میں جس قدر بھی عبادت کی جائے، غنیمت ہے۔

ماہِ رمضان میں کیے جانے والے افعالِ خیر:

ماہِ رمضان پورے کا پورا فیوض و برکات والا مہینہ ہے۔ اس کے دوران کیا جانے والا ہر عمل باقی مہینوں سے کئی درجے زیادہ اجر و ثواب کا حامل ٹھہرتا ہے۔ لیکن کچھ اعمال ایسے ہیں جو خاص طور پہ اسی ماہ میں کیے جانے ثابت ہیں اور ان کے ذریعے بیش بہا اجر و ثواب کمایا جا سکتا ہے، وہ اعمال درج ذیل ہیں:

۱۔روزہ ۲۔قیامِ رمضان ۳۔اعتکاف ۴۔شبِ قدر کی جستجو ۵۔صدقہ فطر

۱۔روزہ:

ماہِ رمضان میں برکتوں اور رحمتوں کے حصول کے لیے اہلِ ایمان کو جن خصوصی اعمالِ صالحہ کا حکم دیا گیا ہے ان میں سر فہرست روزہ ہے۔ روزہ ایک ایسی فرض عبادت ہے کہ جس کے اہتمام کے بغیر اسلام کی عمارت مکمل نہیں ہوتی۔ رمضان المبارک کے روزے دو ہجری میں فرض کیے گئے اور رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ نے اپنی زندگی میں 9 برس رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

> "رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ نے نو رمضان المبارک کے روزے رکھے اس لئے کہ ہجرت کے دوسرے سال شعبان میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تھے اور نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ گیارہ ہجری ربیع الاول کے مہینے میں فوت ہوئے تھے۔"[36]

روزہ کی فرضیت کے احکام کے الفاظ یہ تھے:

> **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ**O[37]

> "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے اُمتوں پر تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔"

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

> **فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ**۔[38]

---

36 امام نووی، یحییٰ بن شرف، "المجموع شرح المهذب"، مکتبۃ الارشاد جدہ، ۶/ ۲۵۱۔

37 القرآن، البقرہ، ۲: ۱۸۳۔

”تم میں سے جو شخص اس مہینے میں موجود ہو، وہ اس کے روزے رکھے۔“

۲۔ قیامِ رمضان:

ماہِ رمضان میں کیے جانے والے خصوصی اعمال میں ایک قیامِ رمضان بھی ہے۔ یہ انتہائی اہمیت اور فضیلت کا حامل عمل ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص اس سے غفلت برتے تو بہت بڑے اجر و ثواب سے محروم رہ جاتا ہے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ نے اس کی طرف خاص ترغیب دلائی۔ سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

كان رسول الله ﷺ يُرَغِّبُ فی قِيامِ رَمَضَانَ مِن غيرِ اَن يأمُرَهُم فيهِ بِعَزِيمَةٍ، فيقول: مَن قامَ رمضان اِيماناً و اِحْتِساباً غُفِرَلهُ ما تقدَّمَ مِن ذَنْبِهٖ۔[39]

”رسول اللہ ﷺ واجبی طور پر حکم دیے بغیر قیامِ رمضان کی ترغیب دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: جو کوئی ایمان کے ساتھ حصولِ ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کرے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“

قیامِ رمضان کو عام فہم الفاظ میں نمازِ تراویح کہتے ہیں۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

والتراويح جمع ترويحة، و هی المرة واحدة من الراحة كتسليمة من السلام سميت الصلاة فی الجماعة فی ليالی رمضان التراويح لِانهم اوّل ما اجمعوا عليها كانوا يستريحون۔[40]

”تراویح ترویحۃ کی جمع ہے جو راحت سے مشتق ہے یعنی آرام، جیسے تسلیمہ سلام سے مشتق ہے۔ رمضان کی راتوں میں جماعت کے ساتھ نفل نماز ادا کرنے کو تراویح کہتے ہیں اس لیے کہ شروع میں لوگ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر کچھ دیر آرام کیا کرتے تھے۔“

نمازِ تراویح باجماعت یا جماعت کے بغیر دانوں طرح پڑھنا درست ہے لیکن جماعت کے ساتھ پڑھنے میں زیادہ فضیلت ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صلاة الجماعة تفضلُ صلاة الفَذِّ بِسَبْعٍ و عِشْرِينَ دَرَجَةً۔[41]

”باجماعت نماز اکیلے شخص کی نماز سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔“

---

38 ایضاً، ۱۸۵۔

39 امسلم، الجامع الصحیح، ص:۳۰۸، رقم الحدیث:۱۷۸۰۔

40 ابن حجر، فتح الباری، ۴/۳۱۷۔

41 بخاری، الجامع الصحیح، ص:۱۰۶، رقم الحدیث:۶۴۵۔

حدیث ہٰذا کے عموم میں نمازِ تراویح بھی شامل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود نمازِ تراویح کی جماعت کرائی۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نمازِ تراویح پڑھی۔ لوگوں نے بھی آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ پھر دوسری رات پڑھی تو مقتدی زیادہ ہو گئے۔ تیسری رات بھی ایسا ہی ہوا۔ چوتھی رات جب لوگ جمع ہوئے تو آپ ﷺ گھر سے تشریف ہی نہ لے گئے۔ صبح ہوئی تو نمازِ فجر کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فاِنَّہٗ لم یخف عَلَیَّ مکانکم ولٰکِنِّی خَشَیتُ ان تُفرَضَ علیکم فتَعجِزوا عنھا۔[42]

"مجھے تمہارے یہاں جمع ہونے کا علم تھا لیکن مجھے اس بات کا خوف ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز آ جاؤ۔"

امام مسلمؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

وذلک فی رمضان۔[43]

"یہ رمضان کی بات ہے۔"

حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات سیدنا عمر فاروقؓ کے ساتھ رمضان میں مسجد گیا، سب لوگ منتشر اور متفرق تھے۔ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا، کوئی جماعت سے پڑھ رہے تھے۔ اس پر سیدنا فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ اگر تم لوگوں کو ایک ہی قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ اچھا ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کو ان سب کا امام بنا دیا۔ پھر ایک رات آپؓ نکلے اور دیکھا کہ لاگ باجماعت نمازِ تراویح پڑھ رہے تھے تو فرمایا: یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے۔[44]

مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہو گیا کہ نمازِ تراویح باجماعت ادا کرنا نہ صرف جائز بلکہ افضل اور بہتر ہے۔ نبی ﷺ نے تین راتوں تک اس کا اہتمام کر کے اس کو مسنون بنا دیا۔ بعد ازاں اس ڈر سے کہ کہیں یہ نماز باجماعت ہونے کی وجہ سے فرض نہ ہو جائے اور پھر امت اس کی ادائیگی سے عاجز ہو کر گناہ گار نہ ٹھہرے، اس کو باجماعت پڑھنے سے رک گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک، سیدنا صدیقِ اکبرؓ کے دورِ خلافت اور سیدنا عمر فاروقؓ کے ابتدائی دور میں معاملہ یونہی چلتا رہا کہ کچھ لوگ باجماعت اور کچھ انفرادی طور پر اسے ادا کرتے تھے تا آنکہ سیدنا عمر فاروقؓ نے لوگوں کو ایک ہی امام کی اقتداء میں مستقل طور پر جمع کر دیا۔

---

42 ایضاً، ص: ۳۲۲، رقم الحدیث: ۲۰۱۲۔

43 مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۳۰۸، رقم الحدیث: ۱۷۸۳۔

44 بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۳۲۲، رقم الحدیث: ۲۰۱۰۔

۳۔ اعتکاف:

ماہِ رمضان کے خصوصی اعمال میں سے ایک اعتکاف بھی ہے۔ تمام دنیاوی مصروفیات ترک کر کے محض عبادت کی نیت سے مسجد میں آکر ٹھہرنے کو 'اعتکاف' کہتے ہیں۔ یہ مبارک عمل نبی کریم ﷺ کی سنتِ موکدہ سے ثابت ہے کیونکہ آپ ﷺ اپنی مدنی زندگی میں ہر سال ماہ رمضان کا جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو مسجد میں آکر اعتکاف فرماتے۔ ایک سال کسی سفر کی وجہ سے یہ عمل چھوٹ گیا تو اگلے سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔ چنانچہ سیدنا اُبی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک سال آپ (آخری عشرے کے دوران) سفر میں تھے، جب اگلا سال آیا تو آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔[45]

اسی طرح سیدہ عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپؐ کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی اور آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھ کر اس میں چلے جاتے۔ پھر سیدہ حفصہؓ نے بھی سیدہ عائشہؓ سے خیمہ کھڑا کرنے کی اجازت چاہی تو اُنہوں نے دے دی اور اُنہوں نے ایک خیمہ کھڑا کر لیا۔ جب سیدہ زینبؓ بنت جحش نے دیکھا تو اُنہوں نے بھی اپنے لیے ایک خیمہ کھڑا کر لیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کئی خیمے دیکھے تو فرمایا:

ما هذا؟

"یہ کیا ہے؟"

آپ کو ان کی حقیقت کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

البِرُّ تروْنَ بِهِنَّ؟

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ خیمے ثواب کی نیت سے کھڑے کئے گئے ہیں؟"

پھر آپ نے اس مہینے (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرے کا اعتکاف کیا۔[46]

چنانچہ معلوم ہوا کہ رمضان کے اعتکاف کی قضا کسی دوسرے مہینے میں بھی دی جا سکتی ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يعتكف العشر الأواخر من رمضان۔[47]

"رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔"

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے:

---

45 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، "السنن"، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، ۱۴۳۰ھ، ص:۴۹۹، رقم الحدیث: ۲۴۶۳۔

46 بخاری، الجامع الصحیح، ص:۳۲۵، رقم الحدیث: ۲۰۳۳۔

47 ایضاً، ص:۳۲۴، رقم الحدیث: ۲۰۲۵۔

أن النبي ﷺ كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان حتى توفاه ثم اعتكف أزواجه من بعده۔[48]

"نبی ﷺ اپنی وفات تک مسلسل رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے اور پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج اعتکاف کرتی رہیں ۔"

۴۔شبِ قدر کی جستجو:

ماہِ رمضان کو بالعموم اور اس کے آخری عشرے کو بالخصوص چار چاند لگانے والی اصل چیز لیلۃ القدر یعنی شبِ قدر ہے جسے قرآن میں لیلۃ مبارکۃ بھی کہا گیا ہے۔اس رات کی فضیلت بہت زیادہ ہے۔ اس بارے میں بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حمٓO وَٱلْكِتَٰبِ ٱلْمُبِينِO إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَO فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ O أَمْرًا مِّنْ عِندِنَآ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَO [49]

"حم، قسم ہے اس وضاحت والی کتاب کی۔ یقینا ہم نے اسے بابرکت رات میں اُتارا ہے۔ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں، اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ہمارے پاس سے حکم ہو کر، ہم ہی رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں ۔"

ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِO وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِO لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍOتَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍO سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِO [50]

"یقینا ہم نے ہی اسے یعنی قرآن کو شبِ قدر میں نازل فرمایا، تم کیا جانو کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔اس میں ہر کام کے سرانجام دینے کو اپنے ربّ کے حکم سے فرشتے اور روح (جبریل) اُترتے ہیں۔ یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔"

سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قام ليلة القدر إيمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه۔[51]

---

48 ایضاً، ص:۳۲۵، رقم الحدیث:۲۰۲۶۔

49 القرآن، الدخان، ۴۴:۱-۵۔

50 القرآن، القدر، ۹۷:۱-۵۔

51 بخاری، الجامع الصحیح، ص:۹، رقم الحدیث:۳۵۔

”جس نے شبِ قدر میں حالتِ ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کیا، اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“

لیلۃ القدر اپنی تمام تر عظمتوں اور فضیلتوں سمیت ہر سال ماہِ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں آتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

تَحرَّوا ليلة القدر في الوتر من العشر الأواخر من رمضان۔ [52]

”شبِ قدر کو ماہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔“

عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں شبِ قدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لا رہے تھے کہ دو مسلمان آپس میں کچھ جھگڑا کرنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

خرجت لأخبركم بليلة القدر فتلاحى فلان وفلان فرفعت وعسى أن يكون خيرًا لكم فالتمسوها في التاسعة والسابعة والخامسة۔ [53]

”میں تمہیں شبِ قدر بتانے کے لیے نکلا تھا۔ لیکن فلاں اور فلاں نے آپس میں جھگڑا کر لیا تو اس (شبِ قدر) کا علم واپس اُٹھا لیا اور امید یہی ہے کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہو گا۔ لہٰذا اب تم اسے (رمضان کی) اکیسویں، تیسویں اور پچیسویں رات میں تلاش کرو۔“

سیدنا ابو بکرؓ کے پاس شبِ قدر کا ذکر ہوا تو اُنہوں نے کہا: میں اسے کسی ایک رات میں تلاش نہیں کرتا۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ آخری عشرے میں ہے اور یہ بھی سنا:

التمسوها في تسع يَبقين أو في سبع يبقين أو في خمس يبقين أو في ثلاث أو آخر ليلة۔ [54]

”جب نو، سات، پانچ یا تین یا آخری رات باقی رہ جائے تو اسے تلاش کرو۔“

سیدنا ابو بکرؓ رمضان کی پہلی بیس راتوں میں عام دنوں کی طرح (معمول کے مطابق) نماز پڑھتے لیکن جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو عبادت میں خوب محنت کرتے۔

معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات قدر والی ہے۔ ان مختلف احادیث کی بنا پر کسی ایک رات کو متعین نہیں کیا جا سکتا۔ عین ممکن ہے کہ یہ ان پانچ طاق راتوں میں ہر سال بدل بدل کر آتی

---

52 ایضاً، ص:۳۲۳، رقم الحدیث:۲۰۱۷۔

53 ایضاً، ص:۳۲۴، رقم الحدیث:۲۰۲۳۔

54 ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ”جامع الترمذی“، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۰ھ) ص:۱۹۹، رقم الحدیث:۷۹۴۔

ہو۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس رات کی تعیین کے متعلق چھیالیس مختلف اقوال بیان کئے ہیں۔ پھر آخر میں اپنا فاضلانہ فیصلہ ان الفاظ میں دیتے ہیں:

وأرجحها كلها أنها في وتر من العشر الأخر و أنها تنتقل كما يُفهم من أحاديث الباب۔[55]

"ان سب اقوال میں میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ شبِ مبارک رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہوتی ہے اور یہ ہر سال منتقل ہوتی (بدلتی) رہتی ہے جیسا کہ اس موضوع کی احادیث سے عیاں ہے۔"

بہر حال ماہِ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات قدر والی ہے جس کی تعیین نہیں کی جاسکتی، اس لیے ہمیں ان پانچ راتوں میں خوب عبادت کرنی چاہئے تاکہ اس کی فضیلت حاصل کی جاسکے۔

شبِ قدر کی علامات:

شبِ قدر کی درج ذیل علامات ہیں۔

۱۔ شبِ قدر میں جب چاند نکلتا ہے تو ایسے ہوتا ہے جیسے بڑے تھال کا کنارہ۔[56]

۲۔ شبِ قدر ایک خوشگوار رات ہے جس میں نہ گرمی ہوتی ہے اور نہ سردی۔ اس صبح کا سورج اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اس کی سرخی مدھم ہوتی ہے۔[57]

۳۔ شبِ قدر کی صبح سورج یوں طلوع ہوتا ہے کہ اس کی شعاعیں نہیں ہوتیں۔[58]

شبِ قدر کی دعا:

رسول اللہ ﷺ نے شبِ قدر کی عظمت و فضیلت کے باعث اس رات کے لیے اپنی اُمت کو ایک نہایت ہی جامع و مانع دعا سکھائی، گو کہ اس رات بھی آدمی حسبِ معمول جو دعا چاہے مانگ سکتا ہے۔ تاہم اس رات کو جو خاص دعا ہے، اسے ضرور مانگنا چاہئے اور وہ دعا یہ ہے:

اللهم إنك عفو كريم تحبُّ العفو فاعف عني۔[59]

55 ابن حجر، فتح الباری، ۳۳۸/۴۔

56 مسلم، الجامع الصحیح، ص:۳۸۳، رقم الحدیث:۲۷۷۹۔

57 ابن خزیمہ، الصحیح، ۳۳۱/۳۔

58 مسلم، الجامع الصحیح، ص:۳۸۲، رقم الحدیث:۲۷۷۷۔

59 ترمذی، الجامع الترمذی، ص:۸۰۱، رقم الحدیث:۳۵۱۳۔

"اے اللہ! بے شک آپ معاف کرنے والے کرم فرمانے والے ہیں، معافی کو پسند فرماتے ہیں لہٰذا مجھے معاف فرمادیں۔"

مذکورہ بالا احادیث و قرائن کی روشنی میں ماہِ رمضان کی اہمیت اور فضیلت بھی کھل کر سامنے آگئی ہے۔ لہٰذا عقل مند انسان وہی ہے جو کم وقت میں زیادہ فائدہ اٹھائے اور اس ماہ کی فیوض و برکات اکٹھی کر کے آنے والی ہمیشگی کی زندگی کے لیے بھرپور تیاری کرے۔

۵۔صدقہ فطر:

صدقہ فطر کو زکوٰۃ فطر، زکوٰۃ صوم، زکوٰۃ رمضان، صدقہ رمضان اور صدقہ صوم بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ صدقہ ہے جو ماہ رمضان کے اختتام پر روزوں کے مکمل ہونے کی خوشی اور ان میں ہو جانے والی کمی کوتاہی کے پیش نظر دیا جاتا ہے تاکہ یہ گناہوں کا کفارہ اور محتاجوں کے لیے عید کی خوشیوں میں شمولیت کا ذریعہ بن جائے۔ راجح یہی ہے کہ صدقہ فطر جنس خوراک میں سے ایک صالح مرد، عورت، چھوٹے بڑے، آزاد غلام ہر مسلمان پر فرض ہے۔

سیدنا ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں:

أن رسول اللهﷺ فرض زكوٰة الفطر من رمضان على الناس صاعا من تمر او صاعا من شعير على كل حر او عبد ذكر او أنثى من المسلمين۔[60]

"رسول اللہ ﷺ نے رمضان کا صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا جو، آزاد، غلام، مرد، عورت ہر مسلمان پر فرض کیا ہے۔"

دوسری روایت میں یوں ہے:

فرض النبيﷺ صدقة رمضان على الحر والعبد والذكر والأنثى صاعا من تمر اوصاعا من شعير۔[61]

"رسول اللہ ﷺ نے رمضان کا صدقہ ہر آزاد، غلام، مرد اور عورت پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، کا فرض کیا ہے۔"

صدقہ فطر رمضان المبارک کے اختتام پر اور نماز عید کی ادائیگی سے پہلے پہلے ادا کر دینا چاہئے۔ یہ ہیں رمضان المبارک کے خصوصی اعمال، اللہ تعالی ہم مسلمانوں کو عمل کی توفیق دے۔ آمین

---

60 مسلم، الجامع الصحیح، ص:۳۹۵، رقم الحدیث:۲۲۷۸۔

61 ایضاً، ص:۳۹۶، رقم الحدیث:۲۲۸۰۔

ماہِ رمضان میں پیش آنے والے اہم واقعات:

ماہِ رمضان میں کئی اہم واقعات پیش آئے جن میں سے اہم اور قابلِ ذکر واقعات سنِ ہجری اور سن عیسوی کے ساتھ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

	واقعات	سن ہجری	سن عیسوی
۱۔	سریہ سیف البحر	۱ہجری	مارچ ۶۲۳ء[62]
۲۔	غزوہ بدر	۲ہجری	فروری ۶۲۴ء[63]
۳۔	وفات سیدہ رقیہ بنت محمد ﷺ	۲ہجری	فروری ۶۲۴ء[64]
۴۔	ولادت سیدنا حسن بن علیؓ	۳ہجری	فروری ۶۲۵ء[65]
۵۔	نکاح سیدہ زینب بنت خزیمہؓ ہمراہ محمد ﷺ	۴ہجری	فروری ۶۲۸ء[66]
۶۔	فتح مکہ	۸ہجری	جنوری ۶۳۰ء[67]
۷۔	وفد ثقیف کا قبولِ اسلام	۹ہجری	دسمبر ۶۳۰ جنوری ۶۳۱ء[68]
۸۔	وفات سیدہ فاطمۃ الزہراؓ	۱۱ہجری	نومبر ۶۳۲ء[69]
۹۔	معرکہ بویب	۱۳ہجری	نومبر ۶۳۴ء[70]
۱۰۔	وفات سیدنا عباسؓ	۳۲ہجری	اپریل ۶۵۳ء[71]
۱۱۔	شہادت سیدنا علیؓ	۴۰ہجری	جنوری ۶۶۱ء[72]

62 مبارک پوری، صفی الرحمٰن، ''الرحیق المختوم''، مکتبہ السلفیہ لاہور، ۱۹۹۸ء، ص:۲۶۹۔

63 طبری، محمد بن جریر، ''تاریخ طبری''، تحقیق: محمد بن طاہر البرزنجی، دار ابن کثیر دمشق، ۲/۸۴۔

64 ابن سعد، محمد، ''الطبقات الکبریٰ''، مکتبۃ الشاملہ، ۸/۸۳۔

65 ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب''، دار لکتب العلمیہ بیروت، ۱/۴۳۶۔

66 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸/۹۳۔

67 بخاری، الجامع الصحیح، ص:۸۰۲، رقم الحدیث:۴۲۷۵۔

68 تاریخ طبری، ۲/۳۲۷۔

69 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸/۳۷۔

70 تاریخ طبری، ۳/۱۵۹۔

71 ابن اثیر الجزری، علی بن محمد، ''اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ''، مترجم: عبد الشکور لکھنوی، المیزان لاہور، ۲/۱۸۷۔

72 ابن عبد البر، الاستیعاب، ۳/۲۱۷۔

۱۲۔ وفات ام المؤمنین سیدہ صفیہ بنت حییؓ	۵۰ہجری	ستمبر ۶۷۰ء[73]
۱۳۔ وفات حضرت زیاد بن ابوسفیانؓ	۵۳ہجری	اگست ۶۷۲ء[74]
۱۴۔ وفات ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ	۵۸ہجری	جولائی ۶۷۸ء[75]
۱۵۔ وفات مروان بن حکم و خلافت عبد الملک بن مروان	۶۵ہجری	اپریل ۶۸۵ء[76]
۱۶۔ وفات حجاج بن یوسف	۹۶ہجری	جون ۷۱۴ء[77]
۱۷۔ وفات امام عطا بن ابی رباحؒ	۱۱۴ہجری	اکتوبر ۷۳۲ء[78]
۱۸۔ وفات امام ابن شہاب زہریؒ	۱۲۴ہجری	جولائی ۷۴۲ء[79]
۱۹۔ امام احمد بن حنبلؒ پر تشدد کا آغاز	۲۲۱ہجری	ستمبر ۸۳۶ء[80]
۲۰۔ وفات امام سعید بن منصور الخراسانیؒ	۲۲۷ہجری	جون ۸۴۲ء[81]
۲۱۔ وفات قاضی صالح بن امام احمد بن حنبلؒ	۲۶۶ہجری	اپریل ۸۸۰ء[82]
۲۲۔ وفات امام ابن ماجہؒ	۲۷۳ہجری	فروری ۸۸۷ء[83]
۲۳۔ وفات جنید بن محمد البغدادیؒ	۲۹۸ہجری	جون ۹۱۱ء[84]
۲۴۔ وفات ابو الطیب احمد بن حسین المتنبی الشاعر	۳۵۴ہجری	ستمبر ۹۶۵ء[85]

73 الصالحی، محمد بن یوسف، "ازواج النبی"، دار ابن کثیر دمشق، ص:۲۲۵۔

74 ابن عبد البر، الاستیعاب، ۲/۱۰۵۔

75 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸/۷۰۔

76 ایضاً، ۳/۵۸۔

77 تاریخ طبری، ۴/۲۰۶۔

78 ندوی، معین الدین احمد، "تاریخ اسلام"، حذیفہ اکیڈمی لاہور، ۷/۲۴۹۔

79 ابن خلکان، "وفیات الاعیان"، مکتبۃ الشاملہ، ۴/۵۵۵۔

80 ابن کثیر، اسمٰعیل بن عمر، "البدایہ والنہایہ" محی الدین دیب مستو، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، ۱۱/۱۷۴۔

81 المزی، یوسف بن عبد الرحمٰن، "تہذیب الکمال"، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۴/۲۱۹۔

82 ندوی، معین الدین احمد، تاریخ اسلام، ۲۰/۲۷۔

83 ابن خلکان، وفیات الاعیان، ۴/۶۳۴۔

84 ندوی، معین الدین احمد، تاریخ اسلام، ۲۲/۷۵۔

85 ابن خلکان، وفیات الاعیان، ۱/۱۲۵۔

۲۵۔ ولادت امام ابن حزم الظاہریؒ	۳۸۴ہجری	نومبر ۹۹۴ء[86]
۲۶۔ وفات بو علی سیناؒ	۴۲۸ہجری	جون ۱۰۳۷ء[87]
۲۷۔ وفات امام ابن الجوزیؒ	۵۹۷ہجری	جون ۱۲۰۱ء[88]
۲۸۔ وفات چنگیز خان	۶۲۴ہجری	اگست ۱۲۲۷ء[89]
۲۹۔ وفات ابو شامہ عبد الرحمٰن بن اسماعیل الدمشقی	۶۶۵ہجری	جون ۱۲۶۷ء[90]
۳۰۔ وفات قاضی محمد بن علی بن الزملکانی	۷۲۷ہجری	اگست ۱۳۲۷ء[91]
۳۱۔ ولادت ابن خلدون عبد الرحمٰن بن محمد	۷۳۲ہجری	مئی ۱۳۳۲ء[92]
۳۲۔ وفات نور الدین علی بن ابو بکر الہیثمی	۸۰۷ہجری	مارچ ۱۴۰۵ء[93]
۳۳۔ وفات ابن خلدون عبد الرحمٰن بن محمد	۸۰۸ہجری	فروری ۱۴۰۶ء[94]
۳۴۔ وفات مؤرخ محمد قاسم فرشتہ	۱۰۲۱ہجری	اکتوبر ۱۶۱۲ء[95]
۳۵۔ قرآن مجید کا پہلا فارسی ترجمہ	۱۱۵۱ہجری	دسمبر ۱۷۳۸ء[96]
۳۶۔ ولادت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ	۱۱۵۹ہجری	ستمبر ۱۷۴۶ء[97]
۳۷۔ پہلی جنگ عظیم	۱۳۳۲ہجری	جولائی ۱۹۱۴ء[98]

---

86 ایضاً، ۳/ ۲۶۲۔

87 ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۱۳/ ۸۶۔

88 ابن خلکان، وفیات الاعیان، ۳/ ۱۱۰۔

89 ندوی، معین الدین احمد، تاریخ الاسلام، ۴۵/۵، ۱۳۴۔

90 ایضاً، ۴۹/۹، ۱۳۸۔

91 ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۱۶/ ۲۰۵۔

92 الشوکانی، محمد بن علی، "البدر الطالع"، دار المعرفہ بیروت، ۱/ ۳۲۰۔

93 الہیثمی، علی بن ابو بکر، "مجمع الزوائد"، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱/ ۹۔

94 الشوکانی، البدر الطالع، ۱/ ۳۲۱۔

95 عبد القدوس ہاشمی، "تقویم تاریخی"، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ۱۹۸۷ء، ص: ۲۵۶۔

96 اسحٰق بھٹی، محمد، "بر صغیر کے اہل حدیث خدام القرآن"، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۵ء، ص: ۶۸۱۔

97 الحسنی، سید عبد الحی، "نزہۃ الخواطر"، دار الاشاعت کراچی، ۲۰۰۸ء، ۷/ ۴۰۷۔

98 عبد القدوس ہاشمی، تقویم تاریخی، ص: ۳۳۳۔

۳۸۔	وفات مولانا عبید اللہ سندھیؒ	۱۳۶۳ ہجری	اگست ۱۹۴۴ء[99]
۳۹۔	قیامِ پاکستان	۱۳۶۶ ہجری	اگست ۱۹۴۷ء[100]
۴۰۔	آزادی موریطانیہ	۱۳۷۸ ہجری	مارچ ۱۹۵۹ء[101]
۴۱۔	معاہدہ تاشقند	۱۳۸۵ ہجری	جنوری ۱۹۶۶ء[102]

99 الحسنی، نزہۃ الخواطر، ۳۹۸/۸۔

100 مرتضیٰ انجم، "بیسویں صدی کے اہم واقعات"، یو پبلشرز لاہور، ص:۷۸۔

101 عبد القدوس ہاشمی، تقویم تاریخی، ص:۳۴۵۔

102 عدنان رشید، "واقعاتِ عالم"، العصر پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۸ء، ص:۲۲۰۔